اصول الفقہ الاسلامی (ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ) کا منہج واسلوب

ڈاکٹر سید محمد اسماعیل*

ساجد وسید**

Whabah al-Zuhaili is a renowned scholar of Muslim academic world who had rendered his best services for the uplift of Islamic disciplines. He has many valuable books at his credit that are famous among Muslim intelligentsia. In this article hiswell-known book in the field of Islamic jurisprudence has been taken under discussion. After giving brief introduction to his life and services, the article deals the methodology of the book. His methodology of reasoning, argumentation, prioritizing, producing juristic evidences, rejecting and accepting has been reviewed in detail. The distinctive features of the book have also been highlighted. The article also informs about the sources of Whabah al-Zuhaili that had been used to produce such a great book. Though a human effort cannot be declared flawless and absolute but this book is a trend setter in its specific field.

ڈاکٹر وہبہ زحیلی: (۱۹۳۲ء تا ۲۰۱۵ء) لے

فقہ اور اصول فقہ کے استاد عصر جناب پروفیسر ڈاکٹر وہبہ زحیلی شافعی ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے ولادت ''دیر عطیہ'' ہے جو کہ دمشق کا نواحی شہر ہے۔ آپ کے والد حافظ قرآن اور دین دار آدمی تھے۔ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہیں بہت محبت تھی جبکہ پیشے کے اعتبار سے زمیندار اور تاجر تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں حاصل۔ کی۔ درجہ ثانویہ کلیۃ الشرعیۃ دمشق سے ۱۹۵۲ء میں چھ سال کی مدت میں امتیازی حیثیت کے ساتھ مکمل کیا۔ پھر ۱۹۵۶ء میں الشہادۃ العالیہ کی سند پہلی پوزیشن کے ساتھ کلیۃ الشریعہ الازہر سے حاصل کی۔ کلیۃ اللغۃ العربیہ الازہر ہی سے شہادۃ العالیہ کی سند تدریس میں تخصص مع اجازت تدریس حاصل کی۔ اسی دوران انہوں نے علوم الحقوق (Law) کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے جامعہ عین شمس سے ۱۹۵۷ء میں وکالت کا لائسنس (License) حاصل کیا۔ ۱۹۵۹ء میں کلیۃ الحقوق جامعہ قاہرہ سے

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ زمیندار پوسٹ گریجویٹ کالج، گجرات۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ فاطمہ جناح کالج یونیورسٹی آف گجرات، گجرات۔

ماسٹر کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ آپ نے ۱۹۶۳ء میں شریعت اسلامیہ ہی کو اپنا موضوع بناتے ہوئے ڈاکٹریٹ امتیازی حیثیت سے کی۔ آپ کے مقالہ کا موضوع (آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی دراسۃ مقارنۃ) ہے جوکہ آٹھ فقہی مذاہب اور سیکولر بین الاقوامی جنگی قوانین کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔

آپ ۱۹۶۳ء میں جامعہ دمشق میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۹ء میں استاد مساعد (اسسٹنٹ پروفیسر) اور ۱۹۷۵ء میں استاد (پروفیسر) ہو گئے۔ آپ کے معمولات میں درس و تدریس و تالیف کے علاوہ عمومی و خصوصی نوعیت کے دروس اور سیمینار شامل ہیں اور یہ کہ آپ ایک دن میں سولہ (۱۶) گھنٹے کام کرتے ہیں آپ کی فقہ اور اصول فقہ میں خاص مہارت ہے۔ جدید فقہی مسائل پر گہری نظر ہے۔ جس کا بخوبی اندازہ ان کتب سے ہوتا ہے جو آپ نے فقہی موضوعات پر تالیف کی ہیں خصوصاً آپ کی کتاب "الفقہ اسلامی وادلتہ" فقہی مباحث کا نادر مجموعہ ہے۔ آپ ان مضامین کی تدریس کے فرائض جامعہ دمشق کے شعبہ کلیۃ الحقوق کلیہ الشریعۃ اور مواد الشریعہ کے علاوہ درجہ عالیہ میں بھی کرتے رہے ہیں۔ آپ کا انتقال تراسی (۸۳) سال کی عمر میں ہفتہ کی شام آٹھ اگست ۲۰۱۵ء کو دمشق میں ہوا۔

بین الاقوامی مصروفیات:

ڈاکٹر صاحب تقریباً دو سال (۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۴ء) تک "کلیۃ القانون جامعۃ بنغازی" لیبیا سے منسلک رہے جہاں درجہ عالیہ کی کلاسوں میں تدریس کرتے رہے۔ اس کے علاوہ تقریباً پانچ سال (۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۹ء) کلیۃ الشریعہ والقانون بجامعۃ الامارات سے منسلک رہے۔ آپ بطور استاد زائر (Visiting) شعبہ الشریعہ جامعہ خرطوم سے بھی منسلک رہے اور وہاں فقہ واصول فقہ کے مضامین پر درجہ عالیہ میں تدریس کے علاوہ خصوصی طور پر اہتمام کردہ سیمیناروں میں بھی شریک رہے۔ اس کے علاوہ لیبیا میں دو سالہ قیام کے دوران کلیۃ القانون میں بھی ایک ماہ کے لیے درجہ عالیہ کے زائر استاد رہے۔ ۱۹۸۷ء اور ۱۹۹۰ء میں قطر اور کویت میں ماہ رمضان کے درس دیئے۔ "المرکز العربی للدراسات الامنیۃ والتدریب" میں دو ہفتے زائر استاد کی حیثیت سے رہے۔

علمی واداری معاملات:

ڈاکٹر صاحب کی زندگی شریعت اسلامیہ کی تعلیم وتدریس اور فقہی علمی سرمایہ کے فروغ کے لیے وقف نظر آتی ہے جس کا اندازہ ان کی درج ذیل علمی واداری مصروفیات سے لگایا جاسکتا ہے:

☆ صدر شعبہ الفقہ الاسلامی ومذاہبہ، جامعہ دمشق۔

☆ کلیۃ الشریعہ۔ چار سال (۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۰ء) تک جامعہ دمشق کے صدر وکیل رہے۔

☆ صدر "الرقابة الشرعیہ" للمؤسسات العربیة المصرفیة الاسلامیة اور صدر شعبہ "الدراسات الشرعیة للمؤسسات والمصرفات الاسلامیہ" اور "المجلس الشرعی للمصارف الاسلامی" کے رکن رہے۔

☆ مکہ، جدہ، انڈیا، امریکہ، سوڈان کی "الجامع الفقهيه" کے رکن رہے۔

☆ جامعہ امارات سے شعبہ "الشریعة الاسلامیہ فی کلیتہ الشریعہ والقانون" کے ایک سال صدر شعبہ اور چار سال تک عمید (Dean) رہے۔

☆ "المجمع الملکی لبحوث الحضارة الاسلامیة" مؤسسہ آل البیت، اردن کے رکن رہے۔

☆ آپ ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کے بہت سے مقالات کے مشرف اور بہت سے دوسرے مقالات کے ناقش رہ چکے ہیں۔ ان مقالات کی تعداد ستر (۷۰) سے زائد ہے۔

☆ "کلیة الشریعة والقانون بالامارات" میں شعبہ الشریعہ کا نصاب وضع کیا۔ اسی طرح "کلیة الشریعة دمشق" میں بھی نصاب سازی میں شریک رہے، اسی طرح ۱۹۹۹ء میں شام میں "المعاهد الشرعیة" کے مناہج وضع کرنے میں شریک رہے۔

☆ آپ نے ۱۹۸۸ء میں جامعہ کویت سے "مجلة الشریعة والدراسات الاسلامیہ" جاری کیا۔

☆ دمشق، امارات اور کویت میں آپ کے ٹی وی پروگرام "قصص من القرآن" اور "القرآن والحیاة" کے ناموں سے نشر ہوتے رہے ہیں جو کہ عوام میں بہت معروف ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے بہت سے مقالہ جات شام، کویت، سعودیہ سے چھپنے والے مختلف رسائل وتحقیقی جرائد میں چھپ چکے ہیں جن کے اردو تراجم پاکستان کے مختلف جرائد میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ نے جامعہ امارات سے مجلّہ "مجلة الشرعیة والقانون" جاری کیا۔ اس کے علاوہ یہیں پر صدر شعبہ ثقافت عالیہ اور صدر شعبہ مخطوطات بھی رہے۔

☆ مجلّہ "نهج الاسلام" دمشق کی مجلس ادارات کے رکن رہے۔

☆ مدرسۃ الشیخ عبدالقادر القصاب (الثانیہ الشریعہ) دیر عطیہ میں مجلس ادارہ کے صدر ہے۔

☆ آپ پہلے جامع عثمانؓ دمشق میں خطیب تھے بعدازاں مسجد الایمان دیرعطیہ میں خطیب جامع مسجد ہے۔

☆ "هيئة الرقابة الشرعيه لشركة المضاربة المقاصة الاسلامية" بحرین کے صدر اوراسی حیثیت سے "بنك الاسلامي الدؤلي في المؤسسة العربيه" میں بھی صدارت کے منصب پر فائز رہے جو بحرین اور لندن میں مصروف عمل ہے۔

☆ الموسوعۃ العربیہ الکبریٰ دمشق میں خبیر ہیں۔

☆ شعبة الدراسات العربيه للمؤسسات الماليه الاسلامية کے بھی صدر ہے۔

☆ شام کی مجلس "الافتاء الاعلى" کے رکن رہے۔

☆ لجنة البحوث والشؤون الاسلامية اور مجله "نهج الاسلام" وزارت اوقاف شام کی مجلس ادارت کے رکن رہے۔

☆ الموسوعة الفقهية كويت، الموسوعة العربية الكبرىٰ دمشق، موسوعة الحضارة الاسلاميه، اردن اور "موسوعة فقه المعاملات في الفقه الاسلامي" جدہ وغیرہ میں بھی رکن مؤلف ہیں۔

مؤلفات:

آپ کی تالیفات، مقالات اور ابحاث پانچ سو (۵۰۰) سے زائد ہیں، جن میں ۱۶۰ سے زائد مستقل تصنیفات ہیں، جو کہ فقہ وعلوم اسلامیہ سے متعلق مختلف النوع موضوعات پر مشتمل ہیں۔ چند کتابیں تو پوری دنیا میں خاص شہرت کی حامل ہیں جیسا کہ آپ کی تین مستقل تالیفات "الفقه الاسلامي ادلته" گیارہ (۱۱) جلدوں میں ہے اور اس کے اکیس (۲۱) ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ "التفسير المنير" سولہ (۱۶) جلدوں میں ہے اور اس کے سات (۷) ایڈیشن جبکہ "اصول الفقه الاسلامي" (۲) جلدوں میں اور ہے اس کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں یہ کتابیں موسوعات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی مستقل تالیفات تقریباً ای سو ساٹھ (۱۶۰) سے زیادہ ہیں جن میں لگ بھگ باون (۵۲) فقہ اور اصول فقہ کے موضوعات پر ہیں جبکہ تفسیر وعلوم القرآن پر سولہ (۱۶)، عقائد پر تین (۳) اور مختلف دراسات اسلامیہ پر تقریباً بائیس (۲۲) کے قریب کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں سے اکثر کتابیں جامعہ دمشق ہی سے طبع ہو کر شائع ہوئی ہیں۔

ان کی کتب اور مقالات کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو رہے ہیں مثلاً "مسائل زکوۃ وصدقات" کے نام سے اردو ترجمہ جو کہ ان کی کتاب "الفقہ الاسلامی و ادلتہ" کا ایک حصہ ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی نے شائع کیا ہے یہ ترجمہ ادارہ کے اسکالر مولانا حکیم اللہ نے کیا ہے۔ ڈاکٹر وھبہ زحیلی کے علمی شغف اور رسوخ، تقوی و پرہیزگاری سے متاثر ہو کر ان کے متعلق لکھتے ہیں:

'ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اپنے علم، تقوی، متانت اور دین سے وابستگی کے لحاظ سے اسلاف کا نمونہ ہیں'' ۲

اب "الفقہ الاسلامی و ادلتہ'' کا مکمل اردو ترجمہ بھی ادارہ تحقیقات اسلامی سے شائع ہو چکا ہے۔ جبکہ اسی کتاب کا ایک دوسرا اور قدرے عمدہ اردو ترجمہ مترجمین (مفتی ارشاد احمد اعجاز، مفتی ابرار حسین، مولانا عامر شہزاد علوی، مفتی کریم اللہ، مولانا امجد اقبال، محمد یوسف تنولی) نے کیا اور اسے خلیل اشرف عثمانی صاحب نے دار الاشاعت کراچی کی طرف سے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف کے سرورق پر کلام الہیٰ یا حدیث سے کوئی منتخب آیت جلی حروف میں درج ہوتی ہے جو کہ عموی طور پر کتاب کے موضوع سے متعلق اصل الاصول کی حیثیت سے قاری پر ایک تعارفی اثر مرتب کرتی ہے اور اس کے لب لباب کو بیان کرتی ہے جس کا احاطہ پوری کتاب میں کیا گیا ہے۔ مثلاً کتاب ''اصول الفقہ الاسلامی'' کے سرورق پر درج آیت کریمہ:

يؤتي الحكمة من يشاء ومن يؤت الحكمة فقد اوتي خير كثيرا۔ ۳

ڈاکٹر صاحب کی کتب نہ صرف اسلاف کا نمونہ ہیں بلکہ جدید تحریری و تکنیکی، اسلوبی اور تحقیقی ضروریات سے بھی مزین ہیں۔ آپ کا اسلوب تحریر بڑا واضح، علمی اور موضوعی ہے اور اس اعتبار سے انفرادیت کا بھی حامل ہے۔ آپ کے اس سادہ اور سلیس انداز بیان، منطقی ترتیب مباحث، شستہ اور مسلسل تحریر نے جدید دور کے قاری کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے کیونکہ یہ باتیں خاص طور پر اس وقت اہم ہو جاتی ہیں جب علوم اسلامیہ کے دقیق علوم وفنون سے نئے طالب علم جو کہ قدیم اسلوب سے نابلد ہے کو روشناس کرانا مقصود ہو۔ آسان انداز میں ان دقیق علمی مباحث کی تفہیم کی راہ پیدا کرنا یہ واقعی ایک اہم کارنامہ ہے جس کو ڈاکٹر صاحب نے بڑے وسیع پیمانے پر عملی جامہ پہنایا ہے۔ یہاں اپنے موضوع کی مناسبت سے آپ کی علم اصول فقہ پر اہم کتاب کا تعارف پیش خدمت ہے۔

اصول الفقہ الاسلامی:

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے یہ کتاب بیس سال سے زائد عرصہ پر محیط ۴ علم اصول فقہ کی تدریس کے تجربہ، علمی وتحقیقی نچوڑ اور علم اصول فقہ سے متعلق طلباء اساتذہ اور محققین کی مشکلات کو سمجھتے ہوئے تحریر کی ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ کتاب بہت تھوڑے عرصہ میں قارئین کی توجہ کا مرکز بن گئی ہے جو کہ درس وتدریس کے ساتھ تحقیق کے لیے مصدر کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں پر محیط ہے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ایک ہزار دو سو تیس (۱۲۳۰) ہے۔ میرے زیر مطالعہ "دارالاحسان للنشر والتوزیع" کا مطبوعہ عکسی نسخہ ہے جسے انہوں نے دار الفکر دمشق کی اجازت سے ۱۹۹۸ء میں پہلی بار طبع کیا۔ یہ اصول فقہ پر جدید نوعیت کی ایک مفصل کتاب ہے جس کی تحریر کا بنیادی مقصد جامعات میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کیلئے متقدمین علماء اصول کی تحریروں میں پائی جانے والی اصولی مباحث کو آسان انداز اور جدید عام فہم اسلوب میں پیش کرنا ہے تا کہ طلباء میں اس علم کے دقیق پہلوؤں سے واقفیت کے ساتھ ساتھ اس فن کی علمی اور عملی اہمیت بھی اجاگر ہو جیسا کہ مصنف کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> و بما ان اصول الفقه يحتاج الى تذليل كثير مما فيه من صعاب، وطالبه يعاني شيئاً من المشقة في الفهم مسائله، فيجب علينا في رحاب الجامعة ان نضع مؤلفا يسير عبارات الاصوليين ويقف على دقائق هذا العلم، ويبرز اهميته العملية والعلمية ۵۔
>
> اور اس وجہ سے بھی کہ اصول فقہ میں جو دشواریاں پائی جاتی ہیں ان کو آسان کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ طلباء کو اس کے مسائل کے فہم میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ جامعہ کے زیر سایہ کوئی ایسی کتاب لکھیں جو علماء اصول کی عبارات کے فہم میں آسانی پیدا کر دے اور جس کے ذریعے اس علم کے باریکیوں پر مطلع ہوا جا سکے اور جو اسکی علمی وعملی اہمیت کو واضح کرے۔

پھر اسی طرح انقلاب زمانہ کے نتیجے میں مختلف علوم کی نئی تالیفات میں جو تبدیلیاں آئیں ہیں جیسے بسیط اسلوب تحریر، حسن تنظیم اور مسائل کی وضاحت میں تطویل وایجاز کی نسبت اعتدال کو ملحوظ رکھنا وغیرہ انہی تبدیلیوں کو محسوس کرتے ہوئے اور ان کا اثر قبول کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس تالیف میں اس قدیم علم اصول فقہ کو ان جدید فنی اوصاف سے متصف کر دیا ہے جس سے یہ کتاب اس علم کے پڑھنے پڑھانے والوں کے علاوہ محققین اور اسلامی قوانین سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لیے بہت مفید ہو گئی ہے۔

مباحث:

یہ کتاب مقدمہ، تمہید اور آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں اصول فقہ کی اہمیت اور اسکی امتیازی

حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔اس ضمن میں امام شافعی کی کتاب کے موضوعات،ان کے اسلوب کو بڑا سراہتے ہیں مگر اپنی کتاب میں بعینہ اس منہج کی پیروی نہیں کرتے بلکہ لکھتے ہیں:

> وانی وان لم احتذ حذو الشاطبی مراعاۃ لظروف الدراسۃ الجامعۃ، فقد حاولت الجمع بین الطریقۃ السابقۃ والطریقۃ التقلیدیۃ فی دراسۃ علم الاصول التی تعنی ذکر قواعد الاستنباط التفصیلیۃ اثناء مناقشۃ آراء الاصولیین واستخلاص النتائج منھا ۶۔
>
> میں جامعہ کے تدریسی امور کا لحاظ کرتے ہوئے امام شاطبیؒ کے نقش قدم پر بعینہ نہیں چلا بلکہ میں نے علم اصول فقہ کے پڑھانے میں (امام شاطبی کے مذکورہ) سابقہ طریقے اور تقلیدی طریقے کے مابین جمع کا راستہ اختیار کیا ہے یعنی تفصیلی استنباطی قواعد کے ذکر کے دوران علماء اصول کی آراء پر بحث کے ذریعے نتائج اخذ کرتا ہے۔

اس کے بعد اصول فقہ اور اصول قانون کے مابین اختصار کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ان کے متشابہ اور متفرق پہلوؤں کو واضح کیا ہے اور امام شاطبی کے طریقہ میں اصول فقہ اور اصول قانون کے مابین مشابہت کو اقرب گمان کیا ہے۔خاص طور پر نواحئ عامہ، قضایا نظریہ کبریٰ اور اصول شرائع کی مباحث میں۔ یے مقدمہ کے آخر میں مؤلف نے اپنے طریقہ تحریر یعنی منہج واسلوب کا تذکرہ کیا ہے۔

تمہید میں علم اصول فقہ کی تعریف،موضوع اور غرض وغایت کو بیان کیا ہے۔ پہلا باب اصول فقہ کے مقصود اصلیہ یعنی احکام شرعیہ سے متعلق ہے جس میں حکم، حاکم ،محکوم فیہ اور محکوم علیہ کو بالترتیب چار فصول میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔دوسرا باب نصوص شرعیہ سے احکام مستنبط کرنے کے طریقوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی فصل نصوص سے استنباط احکام کی کیفیت یعنی حالات سے متعلق ہے جس میں اصول وقواعد کی تقسیم احناف اور متکلمین (علماء جمہور) دونوں کے طریقوں کو جمع کرتی ہے۔اس باب کی دوسری فصل حروف معانی پر مشتمل ہے۔تیسرا باب مصادر احکام شرعیہ پر ہے اسکی دو فصلیں ہیں متفق علیہ مصادر یعنی قرآن کریم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،اجماع اور قیاس سے متعلق ہے۔قرآن کریم کی بحث میں، تعریف القرآن،خصائص القرآن،ترجمۃ القرآن،القراۃ الشاذہ، ھل البسملہ آیۃ فی القرآن؟ حجیۃ القرآن الکریم، وجوہ اعجاز القرآن،احکام القرآن،دلالۃ القرآن علی الاحکام، بیان القرآن،بعض القواعد الاصولیۃ المتعلقہ بالقرآن جیسے وقیع موضوعات پر جامع بحثیں شامل ہے۔یہ موضوعات

ہمارے اسلاف علماء اصول کی تصانیف کا خاصہ ہیں جنہیں مؤلف نے بڑے سہل اسلوب میں بیان کیا ہے۔

سنت کی بحث میں تعریف، سند کے اعتبار سے اقسام، حجیت سنت، قرآن کی نسبت سنت کا مقام، اخبار احاد سے متعلق صحابہ اور علماء کے مذاہب، حدیث مرسل، افعال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال میں تعارض اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال سے متعلق اصولی بحثیں درج ہیں۔ اس فصل میں تیسری بحث اجماع سے متعلق ہے جس میں اس کا تاریخی پس منظر اسکی تعریف اور اس سے متعلق دس ضوابط، حجیت اجماع اور اسکا حکم، اجماع کی اقسام، مستند اجماع، اجماع کا امکان اور اس کا واقع ہونا، اجماع کی شروط جس کے تحت مستشرقین کے اجماع سے متعلق بعض اشکالات اور اوہام کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد مختلف اوقات میں ہونے والے اجماعات کی بطور نمونہ مثالیں درج کی ہیں۔ چوتھا مبحث قیاس ہے جس میں قیاس کی جملہ مباحث کے علاوہ اس پر کیے جانے والے اعتراضات، اسکی اقسام اور استعمال پر مفصل بحث کی ہے۔

کتاب کی دوسری جزء کا آغاز تیسرے باب کی دوسری فصل سے ہوتا ہے جو کہ مختلف فیہ ادلہ پر مشتمل ہے۔ یہ فصل نو مباحث پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی بحث استحسان کے موضوع پر ہے جس کے تحت حقیقت استحسان، قیاس استحسان اور مصالح مرسلہ کے مابین فرق، استحسان کی انواع، حجیت اور اصولیین کی اس کے متعلق آراء پر مطالب کے عنوان کے تحت وضاحت کی ہے دوسری بحث مصالح مرسلہ یا استصلاح کی ہے۔ اس بحث میں مصالح کی انواع، تعریف اور حجیت مصالح مرسلہ کے ضمن میں مختلف مذاہب کے مابین مناقشہ کیا ہے جس میں امام غزالیؒ اور ابن دقیقؒ کے موقف کی تائید کی ہے۔[۸]

پہلے شوافع کے دلائل بیان کئے ہیں جس میں امام غزالی کے نظریہ کو واضح کر کے پیش کیا ہے پھر احناف کے موقف کو واضح کیا ہے پھر حنابلہ کے موقف کو واضح کرتے ہوئے ان کے دلائل بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد مصالح پر عمل کرنے کے لیئے شرائط بیان کی ہیں پھر مصالح کا نصوص شرعیہ کے ساتھ تعارض کی بحث میں مالکیہ جن کے ساتھ احناف اور نجم الدین الطوفی (م ۷۱۶ھ) بھی شامل ہیں کی آراء کو تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس فصل کا تیسرا مبحث عرف ہے جس کی تعریف کے بعد عرف اور اجماع میں فرق، انواع، حجیت اور احکام میں عرف کی تطبیقات بیان کی ہیں۔ چوتھا مبحث، شرائع ماقبل جو کہ دو سوالوں کی تفصیل پر مبنی بحث ہے۔ پہلی یہ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے شریعت سابقہ کے پابند تھے؟ اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت بعثت کے بعد شریعت سابقہ کی پابند ہے؟ اور ان کا نتیجہ یہ ہے کہ شرائع ماقبل ادلہ شرعیہ میں مستقل دلیل نہیں ہیں جبکہ قرآن وسنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت منسوخ ہوگئی ہیں لہذا ان پر عمل نہیں کیا

جائے گا۔ پانچواں مبحث ''مذہب صحابی'' ہے اور چھٹا ''استصحاب'' ہے۔ساتواں ''ذرائع'' ہے اس بحث میں ذرائع کی انواع سے متعلق ابن قیمؒ کی تقسیم باعتبار نوعیت نتیجہ اور امام شاطبیؒ کی تقسیم باعتبار قوت نتیجہ اہمیت کی حامل ہے۔آٹھویں بحث مذکورہ سابقہ مختلف فیہ دلائل کے علاوہ کچھ اور دوسری مختلف فیہ ادلہ پر مشتمل ہے جو کہ حقیقتاً قواعد فقہیہ میں اساسی نوعیت کی حامل ہیں۔یہ تین بنیادی اصول ہیں:

۱۔ الاصل فی الاشیاء ۲۔ الاستقراء

۳۔ الاخذ باقل ما قیل عند الشافعیؒ

نویں بحث غیر شرعی فقہی مصادر سے متعلق ہے جن میں چار ایسے فقہی مصادر کا تعارف ہے جن کے باطل ہونے کی وضاحت کی گئی ہے کیونکہ وحی پر مبنی شریعت کے سامنے یہ کسی سند کا درجہ نہیں رکھتے۔ان مصادر میں:

۱۔ التشریع او العقل ۲. التفویض او العصمه

۳۔ الاحاله ۴. القانون الرومانی

چوتھا باب نسخ سے متعلق انہتر (۶۹) صفحات کی تفصیلی بحث پر مشتمل ہے۔اس بحث کی ابتداء مصنف نے مقدمہ کے بیان سے کی ہے جو کہ نسخ کی تفہیم کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔اور اس بحث کے موضوعات میں نسخ کی تعریف وارکان، نسخ، بداء، تقیید وتخصیص کے مابین فرق،اس کے متعلق علماء کی آراء، محل نسخ اور اسکی شرائط، ادلہ شرعیہ میں نسخ کی انواع، نسخ کی وجوہات نسخ کو پہچاننے کا طریقہ اور نسخ کی مختصر تاریخ وغیرہ شامل ہیں۔

پانچواں باب ''تعلیل النصوص'' ہے جس میں متکلمین اور اصولیین کے تعلیل نصوص سے متعلق مذاہب کو واضح کرنے کے بعد قرآن وسنت میں ان کے تفصیلی منہج کو واضح کیا ہے اور آخر میں مصالح کی رعایت کرتے ہوئے عام احکام میں جو استثنائی امور ہیں ان کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

چھٹا باب شریعت کے عمومی مقاصد کی تفہیم پر مشتمل ہے جس میں پہلے مقاصد شریعت کی تعریف، اس کی اہمیت اور شریعت کی مصلحت پر بنا کو واضح کیا ہے۔پھر دوسرے نمبر پر شریعت کے معتبر ہونے کی شرائط اور تیسرا بیان مجموعی طور پر آثار کے اعتبار سے مصالح کی انواع جن میں ضروریات، حاجیات، تحسینات یا کمالیات، سابقہ مصالح کے مقامات اور مقاصد کی ترتیب پر مشتمل ہے۔چوتھا بیان مقاصد شریعت یا مصالح کی انواع بحیثیت فرد یا جماعت سے اور آخری یعنی پانچواں بیان بحیثیت حاجت مقاصد شریعت کی انواع پر

مشتمل ہے۔

ساتواں باب اجتہاد اور تقلید کی جملہ تفصیلی مباحث پر مبنی ایک سو سینتیس (۱۳۷) صفحات پر مشتمل ہے۔اس باب کی دو فصلیں ہیں پہلی "اجتہاد" ہے جس کی پہلی بحث میں اجتہاد کی تعریف اسکی شرعی حیثیت اور اقسام بیان کی ہیں دوسری بحث اجتہاد کی شرائط، تیسری اجتہاد کا دائرہ کار اور چوتھی اجتہاد کے حکم سے متعلق ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہؓ کے اجتہاد اور کسی زمانہ کا مجتہدین سے خالی ہونا سے متعلق اصولی بیان پر مشتمل ہے۔ پانچویں بحث کسی ایک جزء میں اجتہاد سے متعلق ہے ۔چھٹی بحث مراتب اجتہاد میں ہے جن میں پہلا مرتبہ مجتہد مستقل کا پھر مجتہد مطلق غیر مستقل پھر مجتہد مقید یا مجتہد التخریج پھر مجتہد الترجیح اور اس کے بعد مجتہد الفتیا کا مرتبہ بیان کیا ہے اور آخر میں ابن قیم جوزیہؒ کے حوالے سے مفتیوں کی شرائط کا بیان ہے ساتویں بحث اجتہاد کے دروازے کے کھلے ہونے یا بند ہونے سے متعلق ہے اس ضمن میں امکان اجتہاد اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت واہمیت اور اجتہاد کے دروازے کے کھلا ہونے کے سبب جو شرائط مجتہد پر عائد ہوتی ہیں اور وہ جن وظائف کا متحمل ہوتا ہے،ان کو بیان کیا ہے۔آٹھویں بحث مجتہد کے حق تک پہنچے یا خطا کھانے سے متعلق ہے۔ جبکہ نویں بحث اجتہاد کے طریقہ اور دسویں بحث مجتہد کے کسی مسئلہ میں متعدد اقوال یا متغیر اجتہادات کے باعث نقض اجتہاد اور زمانہ کی تبدیلی سے احکام کے بدل جانے سے متعلق مطالب کی وضاحت پر مشتمل ہے۔

اس باب کی دوسری فصل "تقلید" کی مباحث پر مشتمل ہے۔اسکی پہلی بحث تمہید کے بعد تقلید کی تعریف اس کی تاریخ اور تقلید اور اتباع کے مابین فرق جبکہ دوسری بحث تقلید کے دائرہ کار اس کے حکم، اقسام اور مقلد کے بیان میں ہے۔ تیسری بحث مقلد کے مذہب معین کے التزام اور اس ضمن میں امام کی جزئی مخالفت اور ائمہ اربعہ کے علاوہ کی تقلید کے بیان میں ہے۔ چوتھی بحث تلفیق اور اتباع رخصت پر جبکہ پانچویں شروط مفتی پر ہے،جس میں مجتہد کے علاوہ مفتی مقلد کی شرائط بھی شامل بحث ہیں۔

آٹھواں باب ادلہ کے مابین تعارض اور ترجیح کے اصولوں پر مبنی ہے جو کہ ایک سو اڑتیس (۱۳۸) صفحات کی تفصیلی بحث پر مشتمل ہے۔اس باب کی بھی دو فصلیں ہیں پہلی فصل ادلہ کے تعارض کی وضاحت میں ہے،جس میں تعارض کی حقیقت اور اس کا محل،حکم تعارض یا تعارض کو دفع کرنے کے طریقے جن میں پہلا طریقہ احناف کا اور دوسرا شوافع کا بیان کیا ہے۔جبکہ دوسری فصل ادلہ کے مابین ترجیح کے بیان میں ہے،جس میں ترجیح کی تعریف اور عمل کے لحاظ سے راجح ادلہ کے بیان میں ہے۔نصوص کے درمیان ترجیح

کو مختلف جہتوں سے بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے سند کے لحاظ سے ترجیح کو چار اعتبار سے بیان کیا ہے۔

۱۔ باعتبار راوی	۲۔ باعتبار نفس روایت
۳۔ باعتبار مروی	۴۔ باعتبار مروی منہ

دوسری جہت متن کے اعتبار سے ترجیح ہے جبکہ تیسری جہت حکم یا مدلول کے اعتبار سے اور چوتھی کسی امر خارجی کے اعتبار سے ترجیح ہے۔ آخر میں مؤلف نے اس بحث کو مختلف قیاسات کے مابین تعارض میں ترجیح کو ان کی اصل، فرع، علت اور امر خارجی کی رعایت کے اعتبار سے بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے آخر میں مصنف نے کچھ گزارشات خاتمہ کے طور پر تحریر کی ہیں جن کے بعد مصادر و مراجع کی فہرست دی ہے۔ خاتمہ کتاب بیسویں صدی میں اصول فقہ کے اختیار کردہ عمومی منہج کے حوالہ سے بڑا اہم ہے۔ اس میں مؤلف نے اصول فقہ میں اپنے منہج واسلوب اور اس کی ضرورت واہمیت کو واضح کیا ہے اور بعض اہم نتائج بیان کیے ہیں جن کا تذکرہ یہاں تبصرہ کتاب اور اس علم وفن کی عصر حاضر میں ضرورت واہمیت کے حوالے سے بڑا اہم ہے۔ مؤلف کے نتائج کو مختصر اور سادہ الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔۹

۱۔ علم اصول فقہ علوم کا باغ ہے جو کہ لغت، نحو، منطق، جدل، بلاغت اور علم کلام جیسے بلند پایہ علوم کے پھولوں سے مزین ہے اور اس علم میں تعمق وگہرائی حاصل کرنے والا کسی بھی ماہر فلسفہ دان یا ماہر ریاضی دان سے کم نہیں ہے۔

۲۔ فقیہ کے لیے اصول فقہ کا علم جاننا اور اس میں تعمق پیدا کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ وہ اس کے بغیر صحیح طور پر حکم شرعی نہیں جان سکتا وہ اس وجہ سے کہ اس کے بغیر نہ تو وہ استنباط کا سبب جان سکتا ہے اور نہ ہی نصوص میں تعارض کی صورت میں ترجیح کی صورت جان سکتا ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں خاص طور پر اس علم کو زندگی کے ہر شعبہ میں مدار بنایا جائے اور یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ عصر حاضر کے معانی ومفاہیم اور شریعت وعدالت کو اصول فقہ کے قالب میں ڈھالا جائے۔

۴۔ علماء جمہور کے نزدیک جو ادلہ شرعیہ متفق علیہ ہیں انہی پر شریعت کی تفہیم عمارت استوار ہے لہذا جدید مسائل کا حل بھی انہی متفق علیہ دلائل شرعیہ پر مبنی ہے۔

۵۔ اجماع ماضی کی طرح دور حاضر میں بھی ممکن ہے۔ زمان ومکان کے تغیر کے باوجود احکام شرعیہ کو ثابت کرنے کا یہی طریقہ ہے اور قیاس شریعت کا اہم مصدر ہے شریعت اس سے مستغنی نہیں ہے

اور عقل بھی اس کا تقاضا کرتی ہے۔

۶۔ مختلف فیہ اولہ نے ہر زمان ومکان میں شریعت اسلامی کی نہ صرف راہنمائی کی ہے بلکہ اس کی حفاظت بھی کی ہے اور ان کے درمیان نظر آنے والا اختلاف غالب طور پر ظاہری ہے حقیقی نہیں جس کا متفقہ حل نکالا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مختلف مذاہب کے ارباب کار متفقہ طور پر ان سے اخذ واستفادہ کرتے رہے ہیں۔

۷۔ اجتہاد شریعت کی حیات ہے اس کا ہر زمانہ میں جاری رہنا ضروری ہے۔

۸۔ تقلید عوام کے لیے ہے علماء کو معاملہ فہمی اور دلائل سے بات کرنی چاہئے اور مذاہب میں موجود رخصتوں کی اتباع جائز ہے۔ اس میں لوگوں کے لیے سہولت ہے اور شرع میں آسان بات کا اختیار کرنا منع نہیں ہے۔

۹۔ تعارض کو دفع کرنے کے طریقوں کا مجتہد کے لئے جاننا بہت ضروری ہے۔

۱۰۔ شاذ آراء سوء ظن یا سوء عقیدہ پر مبنی نہیں بلکہ ان کا غالب سبب اخذ کرنے میں یا تو حد درجہ احتیاط یا کسی شبہ کا دور کرنا یا کلامی نظریات (معتزلہ وغیرہ) کے تاثر کو یا کسی مذہب معین میں تعصب (جیسے ظاہری اور شعیہ وغیرہ) میں کو دور کرنا ہے۔

منہج واسلوب:

ڈاکٹر وھبہ زحیلی اپنی اس جامع اور تفصیلی مباحث پر مشتمل کتاب کے منہج کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> وطريقتي في سرد الموضوعات تتمشى مع الاعتبارات المنطقية التي تقضي بتقديم الاهم فالمهم، والنتائج اثر المقدمات، وعقد الاواصر بين شعاب البحوث، وبيان المذاهب المختلفة في كل مسألة، مع دعمها بادلتها ثم مقارنتها ومناقشتها والترجيح بينها، وتسليط الاضواء على النواحي العلمية فيها، مع بسط المسائل و تيسيرها بعبارات واضحة *ا۔

موضوعات کی ترتیب میں میں نے منطقی طریقہ اختیار کیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اہم مسائل کو پہلے ذکر کیا جائے اور مقدمات کا ذکر کرنے کے بعد نتائج نکالے جائیں اور مختلف بحوث کی دشواریوں کے درمیان باہمی ربط بیان کیا جائے اور ہر مسئلہ کے مناقشانہ دلائل

کا موازنہ اوران کے مابین ترجیح کا ذکر کرتے ہوئے مختلف مذاہب واضح کیے جائیں اوراس کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے اوراس کو ہر ممکن تفصیل اور واضح عبارات سے آسان انداز میں پیش کیا جائے۔

مصنف ہر باب کا آغاز تمہید سے کرتے ہیں جس میں اس باب کی فصول اور مباحث کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جس سے اس باب میں بیان ہونے والی مباحث پر اجمالی نظر ہو جاتی ہے اور مباحث کی منطقی ترتیب اور موضوعاتی تقسیم فصل در فصل اور بحث در بحث سامنے آجاتی ہے جو کہ کتاب میں پائی جانے والی منطقی سلاست کی آئینہ دار ہے۔ تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ ہر باب کے تحت فصول اور ہر فصل کے تحت "مباحث" کی تقسیم ہے اور بقدر ضرورت کسی بحث کی مزید تقسیم "مطالب" میں کی ہے۔ ان تقسیمات سے ہر بحث کی وجہ حصر ظاہر ہوتی ہے جس میں یہ خصوصیت بھی شامل ہے کہ فقہاء و متکلمین دونوں طریقوں کے اجتماع کے باعث کسی بھی موضوع کی تقسیم میں جو الگ الگ یا قدرے محدود طریقے تھے وہ یہاں یکجا ہو گئے ہیں لہذا اس تفصیلی طریقہ کے ساتھ مصنف نے جمع بین طریقتین کا منہج اختیار کیا ہے اور اسی کو علمی و عملی طور پر افضل بھی قرار دیا ہے جیسا کہ لکھا ہے:

ثم ظهرت مصنفات كثيرة حديثة فعل (اصول الفقه) للشيخ محمد الخضرى و كتاب (تسهيل الوصول الى علم الاصول)للشيخ عبد الرحمن المحلاوى ،و كتاب (علم اصول الفقه)للشيخ عبد الوهاب خلاف ،و (اصول الفقه)للشيخ محمد ابو زهرة، و (اصول الفقه الاسلامى) للشيخ زكى الدين شعبان، (اصول الفقه الاسلامى)فى مجلدين للدكتور وهبه الزحيلى، وجميع هذه الكتب مهلة ميسرة تجمع بين طريقتى الشافعية والحنفية، وهى الطريقة المفضلة علميا و عمليا اا۔

مصنف کتاب میں ہر بحث کا آغاز موضوع کی مختصر لغوی اور جمہور علماء اصول کے نزدیک اصطلاحی تعریف کے بیان سے کرتے ہیں پھر اس تعریف میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کو الگ الگ بیان کرتے ہیں اور اس وضاحت کے لیے کتب اصول میں مروج مثالوں کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان وضاحتی بحثوں میں متکلمین و فقہاء دونوں کی آراء کو جمع کرتے ہیں جس میں ان کے لفظی و اصطلاحی فروق کو بیان کرتے ہیں اور مثالوں کی مدد سے اخذ و

استنباط احکام کی نوعیتوں کو آسان فہم انداز میں بیان کرتے ہیں۔

مؤلف کوئی بھی تعریف یا وضاحت بیان کرنے کے بعد حاشیے میں اس کے متعدد مراجع خصوصیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حاشیہ میں تعریف یا کسی اور وضاحتی پہلو سے متعلق کسی قسم کے اعتراض یا علماء اصول کے نزدیک کوئی اختلافی امر یا وضاحت وغیرہ کو شامل کرتے ہیں۔[۱۲]

اس طرح ائمہ اصولیین کی تحریروں کو آسان اور سادہ انداز میں پیش کرنے کے مقصد کو بخوبی پورا کرتے ہیں۔ مصنف اصول فقہ کی مباحث کو بالترتیب درج کرتے ہوئے ہر موضوع کو آسان تحریر میں لکھ کر نیچے حاشیہ میں متعدد مراجع درج کر دیتے ہیں اور اپنے مؤقف کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

آثرت احیانا ایراد مصادر في الحاشية للتنويه بها، والاطمئنان بصحته ما نقل عنها مجتمعة، والإدلال علي ما اتفقت عليه، وتنسيق ما قد يكون بينها من تضارب العبارات، وتجديدبعض المفاهيم والمصطلحات وازالة بعض الملا بسات [۱۳]

بعض اوقات میں نے حاشیہ میں مصادر کے ذکر کو ان کی اہمیت اور اجتماعی طور پر منقول عنہ کی صحت پر اطمینان کے پیش نظر اور متفق علیہ مسئلہ کی نشاندہی کے لیے، اور کتب کے درمیان موجود بعض عبارات کے فرق کی وضاحت کے لیے اور بعض مفاہیم اور اصطلاحات کی تجدید اور بعض اشتباہات کے خاتمہ کے لیے ذکر کیا ہے۔

احادیث کی تخریج کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب اپنے منہج کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حققت الاحاديث النبوية وخرجتها واوضحت درجتها صحة وضعفاً لان ذلك واجب ديانة، ليطمئن القارئ الى مرتبة الحديث و درجته، وليتمكن من بناء الاحكام والقواعد عليها، وقد لوحظ ان المؤلفين في الاصول قد يعتمدون علي احاديث غريبة او ضعيفة او موضوعة، فكان لا بدمن التنبيه إليها. [۱۴]

میں نے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیق و تخریج کی اور صحت و ضعف کے اعتبار سے اس کے درجہ کی وضاحت کی ہے کیونکہ یہ دیانتاً واجب ہے تاکہ قاری حدیث کے درجہ سے مطمئن ہو جائے اور اس حدیث پر احکام و قواعد کی بنا کرنے پر قادر ہو سکے اور یہ چیز دیکھی گئی ہے کہ

اصول میں کتابیں لکھنے والے مصنفین کبھی غریب، ضعیف اور موضوع احادیث پر بھی اعتماد کرتے ہیں اسی لیے اس پر تنبیہ کرنا ضروری تھا۔

کتاب کے منہج کے حوالے سے ایک اہم بات یہ ہے کہ موضوعات کی تقسیم وترتیب بڑی عمدہ، جدید، تفصیلی اور قدرے اختیاری ہے۔ عمدہ اس حوالے سے کہ اس میں بڑی لچک اور تنوع ہے کہ اصول سے متعلق جملہ اہم اور دقیق مباحث کا بین طریقتین احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جدت اس میں یہ ہے کہ تحقیقی وتنقیدی اصولوں پر منطبق ہونے کیساتھ بسیط اسلوب تحریر، حسن تنظیم اور مسائل کی وضاحت میں اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے جبکہ ترتیب کے اختیاری ہونے کو مذکورہ بالا مباحث کے اندر دیکھا جا سکتا ہے کہ مصنف نے نصوص سے استنباط کے طریقوں کو دوسرے باب میں مصادر شریعت سے جو کہ تیسرے باب میں بیان کئے گئے ہیں سے پہلے بیان کیا ہے غالباً اس ترتیب کا مقصد یہ ہے کہ جن مصادر کی نصوص سے احکام کا استنباط واستخراج کرنا ہے ان مصادر کو جاننے سے پہلے ان مصادر کی نصوص سے احکام کے استنباط واستخراج کے طریقوں کو جان لیا جائے یعنی قاری پر نصوص کی لغوی تفہیم کے بعد مصادر نصوص کی اہمیت واضح ہو جائے۔ یہ ترتیب غیر مقلدین اور بعض متکلمین کے طریقہ کی آئینہ دار ہے۔ لیکن اصول فقہ کی کتب میں عموم کے برخلاف موضوعات کی یہ ترتیب منطقی طور پر اتنی مضبوط محسوس نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس سے تفہیمی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

مصنف نے کتاب کو متاخرین (جمع بین طریقتین) کی منہج پر لکھا ہے جس میں اسلوب تحریر تسہیل مباحث، شرح وبسط اور تطویل وایجاز کے برعکس اعتدال پر مبنی ہونے کے ساتھ جدید تحقیقی وفنی ضروریات سے بھی آراستہ ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اپنے اختیار کردہ اسلوب کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

سلكت في الكتابة مسلك الجمع بين مزايا القديم والحديث، فان قديم المكتوب في اصول الفقه وعر المسالك متشعب الطرق، معقد اللفظ احيانا، الا انه يمتاز احيانا كثيرة بروعة الاسلوب، ودقة العبارات، واختصار المعلومات مع استيفاء نواحي البحث، لذا كنت اتعمد الاستشهاد بقول جهابذة الاصوليين ليتعود القارى فهم عبارات العلماء القدامى، ويتمرس على اصطلاحاتهم العلمية او الفنية، فلا يكون بينه وبين هذه الكتب الجليلة القيمة ، الغزيرة الثروة، الصفراء الطباعة، كما يسمونها، اى جفوة او قطيعة او وحشة واستغراب، وبه نتمكن من حفظ ثروتنا العلمية، ونقلها بكل امانة

واخلاص الى الاجيال الصاعدة، والازمان المتلاحقة، لا سيما وان اصول الفقه هو اساس الشريعة وقطبها العتيد، كما اوضحت في اوائل هذا الكتاب.

واما حديث المكتوب في الاصول فيمتاز بعباراته البسيطة، و بيانه المشرق، وامثلة المالوفة، الا انه احيانا قد يجانب الدقة العلمية، نزولا تحت وطاة الرغبة في تبسيط الكلام، وقد يوقع صاحبه في ازمة اخرى هي تمييع المفاهيم، وتستيت المدارك وتوزع المعلومات، مما جعلني لا اعتمد الرجوع كثير الى مثل هذهِ الكتب،وانما اكر راجعا الى امهات كتب الاصول المتبحره في النقاش والبحث، المنستقصية جوانب الموضوعات ولكنني لا انكر انني استفدت من طرائق المحدثين في التاليف، وجهدت اقتضاء آثارهم في بسط المعلومات، دون اخلال بجواهر القواعد، واسس الادلة ومقتضيات التعاريف المذكورة في الكتب القديمة .

ولعل اهم ظاهرة يلا حظها القارى الكريم في هذا المؤلف هو عدم التزام مذهب معين، وانما يجد القارى عرضا مفصلا في الغالب مذاهب العلماء مع تحقيق لمواطن الخلاف، وترجيح لبعض الآراء احيانا، وبالاعتماد على الكتب الخاصة بكل مذهب دون تعويل ما يحكيه اصحاب كتب المذاهب من آراء غيرهم لانهم قديتعثرون في نقل الرأى الاصوب.

وركزت الجهود فيما اوضحته اونظمته او انتقيته على ما له صلة ما سه بالحياة العلمية، ودراسته الفقه والشريعة عامة، ولم اتعرض لبعض المباحث النظرية الا بمقدار ۵۱۔

میں نے اس کتاب کے لکھنے میں جدید وقدیم دونوں اسالیب کے مابین جمع کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اصول فقہ کی قدیم تحریر صرف دشوار اسالیب، مختلف طرق، اور بعض اوقات تنگی الفاظ پر ہی مشتمل نہیں ہوتی بلکہ کبھی تو یہ انتہائی شاندار اسلوب، پختہ عبارات اور معلومات کے اختصار کے باوجود بحث کے اطراف کی جامع ہوتی ہے۔ اسی لیے میں نے بالخصوص اکابر اصولیین کے اقوال کو بنیاد بنایا ہے تاکہ قاری میں قدیم علماء کی عبارتوں کا فہم لوٹ آئے اوران کی

علمی وفنی اصطلاحات سے ایسی مناسبت پیدا ہو کہ قاری اور ان عظیم قیمتی ورثہ کتابوں، جنھیں سنہری مطبوعات بھی کہا جاتا ہے، کے درمیان بُعد، بے تعلقی، وحشت اور اجنبیت محسوس نہ ہو۔ اپنے علمی سرمائے کی حفاظت اور اس کو پوری دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ ابھرتی ہوئی نسلوں اور آنے والے زمانوں تک منتقل کرنا ہمارے لیے اسی طرح ممکن ہے۔ اور بلاشبہ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اصول فقہ شریعت کی اساس اور محور ہے، جیسا کہ کتاب کے اوائل میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

بہر حال جہاں تک اصول فقہ میں لکھی جانے والی معاصر کتابوں کا معاملہ ہے تو یہ اپنی بسیط عبارات، وضاحتوں اور مشہور مثالوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ ان کتب میں بعض اوقات اصولوں کی وضاحت میں دلچسپی کم کرنے والی علمی باریکیوں کے بیان سے گریز کیا جاتا ہے۔ جو کہ مصنف کو سوئے فہم، انتشار مضامین اور معلومات کے پھیلاؤ جیسی دوسری پیچیدگیوں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ان جیسی اکثر کتابوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اور میں نے اکثر اصول کی امہات کتب کی طرف رجوع کیا جو کہ بحث وتحقیق کے میدان میں گہرائی رکھتی ہیں اور موضوعات کی تمام اطراف کو جامع ہیں۔ لیکن اس بات سے انکار بھی میرے لیئے ممکن نہیں کہ میں نے قدیم کتابوں میں مذکور تعریفات کے مقتضیات، دلائل کی بنیادوں اور قواعد کی روح کو چھیڑے بغیر، جدید تالیفات کے طریقوں سے استفادہ اور معلومات کی توضیح میں بقدر ضرورت ان کی پیروی بھی کی ہے۔

سب سے اہم بات جو معزز قاری ملاحظہ کریں گے وہ اس کتاب میں کسی معین مذہب کا التزام نہ ہونا ہے۔ قاری اس میں عام طور پر علماء کے مذاہب کی تفصیل پائے گا ساتھ ساتھ اختلاف کے مقامات کی تحقیق بھی قاری کے سامنے آئے گی اور بعض اوقات بعض آراء کی ترجیح بھی سامنے آئے گی۔ اور اس بات میں ہر مذہب کی مخصوص کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے۔ ان اقوال کی طرف رجوع کئے بغیر جن کو ایک مذہب کے مصنفین دوسرے مذہب کی آراء کے طور پر نقل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ کبھی وہ درست رائے کو نقل کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔

میں نے اپنی کاوش کو حیات علمیہ اور فقہ وشریعت کی تحقیق کے ساتھ متعلق مسائل کی وضاحت یا تنظیم وتنقیح پر مرکوز کیا ہے اور صرف بقدر ضرورت نظری مباحث کو چھیڑا ہے۔

مصادر ومراجع:

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے اپنی اس کتاب میں چھیاسٹھ(۶۶) مؤلفین کی اصول فقہ سے متعلق مختلف موضاعت پر تقریباً اسی(۸۰) کتب کو بحیثیت مصادر و مراجع کے استعمال کیا ہے۔ان میں چونتیس(۳۴) کتب میں سے ستائیس(۲۷) قدیم ائمہ اصول کی شہرہ آفاق تالیفات ہیں جن میں الامام شافعیؒ، الشاشیؒ، ابوسھل سرخسیؒ، ابن حزمؒ،الشیر ازیؒ،البز دوی، الغزالیؒ،ابن قدامہ المقدسیؒ، الشہر ستانیؒ، الآمدیؒ، ابن الحاجبؒ، القرافیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن فورکؒ، ابن عربیؒ،امام سیوطیؒ، ابن قیم جوزیؒ، الشاطبیؒ، الاسنویؒ،التفتازانیؒ،ابن عابدینؒ،الشوکانیؒ وغیرہ شامل ہیں۔

جبکہ باقی چھیالیس(۴۶) کتب میں سے انتالیس(۳۹) جدید مصنفین کی تالیفات ہیں جن میں محمد الخضری،ابن بدران،محمد ابوزہرہ،عبدالوہاب خلاف،شاکر حنبلی،زکی الدین شعبان،محمد سلام مدکور،محمد مہدی الکاظمی اورمعروف دوالیبی وغیرہ کی کتب اصول فقہ قابل ذکر ہیں۔ان قدیم وجدید علماء کی کتب کے تناظر میں ڈاکٹر وھبہ زحیلی کی کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہوگئی ہے جس کے مطالعہ سے اس فن میں ان کا تبحر وتعمق ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے سے پہلے قدیم وجدید سارے اسالیب آپ کے پیش نظر ہیں اور جدید دور کے تدریسی تقاضوں اورعلماء محققین کی مشکلات کا حل بھی کسی قدر ہوگیا ہے۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی کی یہ کتاب اپنے مابعد تحقیقات وتالیفات کے لیے بڑے موثر مرجع کی حیثیت سے سامنے آئی ہے۔ بلکہ بعض نے تو اسے اساسی مصدر کی حیثیت سے استعمال کیا ہے مثلاً مولانا محمد انورالبدخشانی اپنی کتاب ''تیسیر اصول الفقہ'' کے مراجع میں لکھتے ہیں:

''واساس المصادر التی راجعت الیھا اثناء الترتیب ھو ''اصول الفقہ الاسلامی''لفضیلۃ لاستاذ الدکتور وھبہ الزحیلی'' ۴۱۔

اسی طرح مختلف یونیورسٹیوں میں ایم۔فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر لکھے جانے والے فقہ اور اصول فقہ کے موضوعات پر مقالہ جات میں اس کتاب کو جدید کتب میں اہم مرجع کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔اس کے علاوہ مختلف نئی کتب مثلاً Islamic Jurisprudence (احمد حسن) ''فن اصول فقہ کی تاریخ عہد نبوی سے عصر حاضر تک''(ڈاکٹر فاروق حسن)''تیسیر الاصول فقہ'' (ثنااللہ زاھدی)''فقہ اسلامی کے اصول و مبادی''(مولانا ساجدالرحمٰن)وغیرہ نے اس کتاب سے بخوبی استفادہ کیا ہے۔

آپ کی کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ''بنیادی مرجع کی حیثیت سے مختلف ممالک مثلاً سوڈان،

پاکستان، دمشق وغیرہ کی جامعات کے درجہ عالیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کی کتاب ''اصول الفقہ الاسلامی'' مدینہ منورہ اور ریاض کی جامعات کے شعبہ القضاء الشرعی میں پڑھائی جاتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ www.zuhayli.net، نظریہ الضرورة الشرعية، وہبہ الزحیلی (سرورق)، دارالفکر دمشق ۱۹۹۷ء، مسائل زکوۃ وصدقات اردو ترجمہ الفقہ الاسلامی وادلتہ (مخصوص حصہ)، وہبہ الزحیلی مترجم مولانا حکیم اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد

۲۔ فکر ونظر، اپریل تا ستمبر ۲۰۰۵ء

۳۔ اصول الفقه الاسلامی (سر ورق)، وهبةالزحيلی، الدكتور، دارالاحسان للنشر والتوزيع ۱۹۹۸ء

۴۔ ایضاً: ۱/۱۰

۵۔ اصول الفقه الاسلامی: ۱/۱۰

۶۔ اصول الفقه الاسلامی: ۱/۶

۷۔ اصول الفقه الاسلامی: ۱/۸

۸۔ ایضاً: ۶۷

۹۔ اصول الفقه الاسلامی: ۲/۳۰۹

۱۰۔ اصول الفقه الاسلامی: ۱/۱۰

۱۱۔ الوجيز فی اصول الفقه، ڈاکٹر وهبة الزحيلی: ۳۰، دار الفكر بيروت.

۱۲۔ کتاب میں ''حکم'' کی بحث اور ان کے حاشیہ جات ملاحظہ ہوں: ۳۷-۴۲

۱۳۔ الوجيز فی اصول الفقه، ڈاکٹر وهبة الزحيلی: ۳۷ – ۴۲

۱۴۔ اصول الفقه الاسلامی: ۲/۱۵

۱۵۔ اصول الفقه الاسلامی: ۲/۱۲۱۵

۱۶۔ تيسير اصول الفقه، مولانا محمد انور البدخشانی، بيت العلم كراچی، ۱۴۱۰هجری

☆☆☆☆☆